حسن رضا خاں کی غزل گوئی

ڈاکٹر محمد اسلم بھٹی
لیکچرار اُردو
گورنمنٹ اسلامیہ کالج، سول لائنز، لاہور

HASAN RAZA KHAN AND HIS GHAZAL

Muhammad Aslam Bhatti, PhD
Lecturer in Urdu
Govt. Islamia College Civil Lines, Lahore

Abstract

Hasan Raza Khan belonged to a renowned religious family of the Sub continent. Though his main claim to fame is his Na'at verse, yet he is also an established Ghazal composer. He was a disciple of Mirza Daagh Dehlvi. He followed his teacher Daagh in ghazal both in thought and style. The article is a study of Hasan Raza's poetic flare as ghazal poet.

Keywords:
حسن رضا خاں، مومن، غالب، رام دہلوی، سید نور محمد، غزل، نعت، طنز و مزاح
ثمر فصاحت، خمخانہ جاوید

حسن رضا خاں بنیادی طور پر غزل اور نعت دونوں اصناف کے شاعر ہیں۔ بچپن سے شعر و شاعری کا شوق انھیں مرزا داغ دہلوی کی شاگردی میں لے آیا۔ یہ ذوق پروان چڑھا تو روزمرہ محاورہ پر ایسی قدرت حاصل ہوئی کہ داغ کیا بڑے بڑے اساتذہ غالب، امیر مینائی، ناسخ، مصحفی، عیش فیروز پوری، مومن، رسا رام پوری وغیرہ سے کم شعر نہیں مل کہ بعض اشعار تو ان سے بھی ندرت لیے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کا دیوان غزلیات ''ثمر فصاحت'' کے نام سے پہلی بار ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد ڈاکٹر ضیاء المصطفیٰ قصوری نے دوبارہ ۲۰۱۱ء میں رضا پبلی کیشنز لاہور سے شائع کیا۔ اس دیوانِ غزلیات کے بعد ۱۹۶۱ء میں ''ذوقِ نعت'' کے نام سے انھوں نے نعتوں کا مجموعہ مرتب کیا تھا وہ بھی اب بھی کم یاب ہو چکا ہے۔ اصغر حسین خاں نظیر لدھیانوی نے لکھا ہے کہ ''حضرت مولانا حسن بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا دیوانِ غزلیات ''ثمرِ فصاحت'' کے تاریخی نام سے ۱۳۱۹ھ میں شائع ہوا تھا جواب نایاب ہے۔ اس کا ایک قدیم نسخہ جو مطبع اہلِ سنت و جماعت بریلی میں چھپا ہے جناب احسان دانش کے کتب خانے میں موجود ہے جو موصوف نے کمال مہربانی سے مجھے مطالعہ کے لیے عطا کیا ...... یہ نواب مرزا خان داغ دہلوی کے ارشد تلامذہ میں تھے اور ان کی غزلوں میں تمام وہ خصوصیات پائی جاتی ہیں جو داغ کے کلام کا طرۂ امتیاز ہیں۔''(۱)

ذکرِ مذکور کے علاوہ حسن رضا خاں نے خود بھی ایک غزل کے مقطع میں داغ کی شاگردی پر فخر کیا ہے۔

کیوں نہ ہو میرے سخن میں لذتِ سوز و گداز
اے حسن شاگرد ہوں میں داغ سے استاد کا(۲)

اس کے علاوہ بھی حسن رضا خاں کے بہت سے اشعار ملتے ہیں جن میں اپنے استاد داغ کی عظمت کے گن گاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، مثلاً:

جس کو زمانہ بلبلِ ہندوستاں کہے
اب کون ہے حسن شعراء میں سوائے داغ(۳)

حسن رضا خاں کی پیدائش، آپ کے خاندان، نعت گوئی کا سلسلہ، داغ کی شاگردی، حج کی سعادت اور غزل گوئی کا ترک کر دینا، ان کے مرتب کردہ دیوان اور وفات کے بارے میں لالہ سری رام دہلوی لکھتے ہیں کہ'' آپ ۴ ربیع الاول شریف ۱۲۷۶ھ یکم اکتوبر ۱۸۵۹ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے آبا و اجداد دلی کے رہنے والے تھے۔ آپ کے جدِ امجد محمد سعادت علی خاں صاحب کی وفات تک آپ کے خاندان کا مسکن اسی شہر میں رہا مگر اس کے بعد مستقل سکونت بریلی میں قرار پائی۔ چنانچہ اب وہی وطن ہے۔ آپ کے بزرگوں میں حضرت محمد اعظم علی صاحب بہت بڑی دولت و ثروت چھوڑ کر تارک الدنیا ہو گئے تھے اور صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ علم و فضل آپ کا خاندانی ہے۔ نعت گوئی میں اپنے برادر بزرگ مولوی احمد رضا خاں صاحب سے

مستفیض ہیں اور عاشقانہ رنگ میں بلبلِ ہند استاد سے تلمذ تھا۔ جس زمانے میں حضرت داغ رام پور میں تھے، آپ ان کے شاگرد ہوئے اور اکثر پیارے شاگرد انھیں کہا کرتے تھے۔ ۱۳۲۵ھ میں مع عیال حج کیا اور واپسی پر غزل گوئی ترک کر دی۔ محض نعت اور منقبت کو ہی اپنا مشغلہ ٹھہرایا۔ چناں چہ نعت میں ایک پورا دیوان مرتب کیا اور بہنگام طبع جب کہ صرف دو یا تین ورق آخر کے چھپنے باقی تھے ۲۲ ماہِ رمضان ۱۳۲۶ھ ۵۰ سال ۶ ماہ کی عمر میں بعارضہ تپ اس جہانِ فانی سے رحلت کی۔'' (۴)

''ثمر فصاحت'' میں وہ تمام خصوصیات ملتی ہیں جو داغ کے کلام کا خاصہ ہیں۔ حسن رضا خاں کی شعری خصوصیات میں مضمون آفرینی، شوخی وطنز تیکھا پن، معاملہ بندی، حسنِ بیان تکرار الفاظ، رعایت لفظی، نازک خیالی، ندرت خیال، محاورہ بندی، بے ساختگی، سہل ممتنع، بوسہ و وصال، صنائع بدائع کا استعمال، لفظی تقدم و تاخر، تضاد الفاظ، تیغ کا استعمال، محبوب کا حسن و جلوہ و چھیڑ چھاڑ، واعظ و ناصح، تقابلی رنگ، ردیف قبول عام کی شاعری اور تاریخی قطعات وغیرہ ان کی غزل کا رنگِ خاص ہیں۔ مذکور تمام خصوصیات بلبلِ ہند استاد داغ کی غزل میں ملتی ہیں۔

حسن کی شاعری کی اہم خوبی معاملہ بندی ہے۔ اُردو غزل میں عہد بہ عہد رونما ہونے والے موضوعات میں سے ایک موضوع معاملہ بندی کا ہے، جس کی ابتدا غالباً شیخ قلندر بخش جرأت نے کی لیکن مصحفی کے کلام میں بھی صدہا شعر ایسے ہیں جو معاملہ بندی کے ضمن میں آتے ہیں۔ داغ اس فن کے بادشاہ ہیں اور مومن بھی کم نہیں ہیں۔ اس حوالے سے چند نمونے حسن رضا کے کلام میں دیکھیے جو ان سب شعرا میں اپنا الگ انداز رکھتے ہیں:

وہ دستِ شوق کی گستاخیاں وصال کی شب
وہ ان کا شرم سے کہنا دبی زباں سے دور (۵)
کیا مزے زلفِ پریشاں نے دکھائے صبحِ وصل
آئنہ دیکھا ہے بیٹھے ہیں وہ شرمائے ہوئے
مرے رونے پہ رحم آیا انھیں جب بھی ستم ڈھایا
گلے میں باہیں بھی ڈالی ہیں اور ہنسے بھی جاتے ہیں (۶)

بوسہ بھی حقیقت میں معاملہ بندی ہی کی ایک شاخ ہے۔ اس میں بھی کئی دلفریب پہلو عیاں ہیں۔ غالب کے ہاں سوتے میں پاؤں کا بوسہ اور بدگمانی کے سماں پیدا ہوتے ہیں۔ یہ ایک غنیمت بھی ہے اور اس میں لذت بھی ہے۔ یہ بات داغ کے ہاں بھی ہے۔ وہ بھی رخ تابدار کے بے حساب بوسوں کی آرزو رکھتے ہیں۔ یہ سب انداز اور منفرد رنگ حسن کی غزل میں بھی دکھائی دیتا ہے:

لیا میں نے بوسہ تو روٹھو نہ مجھ سے
خطا ہو ہی جاتی ہے بندہ بشر ہے(۷)
لپٹ کے لے ہی لیے میں نے اے حسؔن بوسے
وہ کہتے ہی رہے او بے ادب بھلا گستاخ(۸)

وصل وصال بھی معاملہ بندی کی ایک کڑی ہے۔اُردو غزل کے آغاز وارتقا سے لے کر آج تک تمام شعرا نے لطفِ وصل کی کیفیتیں بیان کی ہیں۔غالب کی قسمت میں وصال یار نہیں،امیر مینائی کے نزدیک وصل پسِ مرگ اور بیقرار نظر آتا ہے۔داغؔ کے ہاں وصال پر کئی جان اور کئی دل نثار ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں تو حسن کے ہاں ان سب سے منفرد رنگ نظر آتا ہے۔نمونہ کلام دیکھیے:

سن کر سوالِ وصل نہ نکلا زباں سے کچھ
تم کو تو لوگ کہتے تھے حاضر جواب ہو(۹)
عدو لپٹائیں ، بوسے لیں یہ منہ سے کچھ نہیں کہتی
مرے بانکے تیری تصویر کیسی بات والی ہے(۱۰)

شوخی وطراری اور تیکھاپن،معشوق سے آزادانہ چھیڑ چھاڑ تمام شعرا کے ہاں مشغلۂ محبوب رہا ہے۔اس سلسلے میں بعض شعرا تو اخلاقی حدود کو بھی پھلانگ جاتے ہیں۔یہ رنگ غالبؔ اور ناسخؔ کے ہاں بھی ہے البتہ داغؔ بھی اس رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اور یہی رنگ حسن رضا خاں کی شاعری میں بھی غالب نظر آتا ہے،مثلاً:

میں حاضر ہوں جو کرتے ہو مجھے قتل
مگر کس بات پر میں نے کیا کیا(۱۱)
جی میں شرمندہ ہوا کاٹ کر سر عاشق کا
ہائے جلاد کو کس وقت ندامت آئی(۱۲)
پھر سبق سکھائیں مجھے ناصح تو میں جانوں
جلوہ نظر آجائے مرے ماہ جبیں کا(۱۳)

حسن رضا کی شاعری میں طنز ومزاح کا عنصر بھی نمایاں ہے۔اس میں انھوں نے اپنے استاد داغؔ کی پیروی کی ہے۔طنز کا رنگ داغ کے کلام کی بہت بڑی خوبی ہے۔اسے حالی نے غالب کے حوالے سے اس کے گھر کی لونڈی بتایا ہے۔بہرکیف ان کے کلام میں ویسا رنگ اور انداز تو نہیں ہے جب کہ داغؔ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔حسن رضا خاں کے طنزیہ اشعار کے ساتھ ساتھ شوخی اور خوش دلی کا پہلو بھی بڑا نمایاں ہے۔

اس کے علاوہ طنز لطیف، شکوہ وشکایت اور حاضر جوابی کی ملی جلی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ملاحظہ ہوں:

نیل ہو گا عدو کے بوسوں کا
منہ چھپانے سے اور کیا مطلب(۱۴)

نازنیں پاؤں ہیں دکھ جائیں گے
مری میت پہ وہ آئیں کیونکر(۱۵)

ایک بوسہ پہ یہ رنجش ہے الٰہی توبہ
پہلی تقصیر تو سب بخش دیا کرتے ہیں(۱۶)

نزاکت اور نازک خیالی میں حسن رضا خاں اپنی مثال آپ ہیں۔وہ نازک خیالی کو اس خوبصورتی اور دل کشی سے ادا کرتے ہیں کہ قاری تعریف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔فارسی شعرا ذرا سی بنیاد پر تخیل کی سربلند عمارت کھڑی کر دیتے ہیں۔فغانی اس طرز کے موجد ہیں۔اس رنگِ خاص کو ظہوری، جلال، طالب اور کلیم نے ترقی دی۔علّی اور بیدلؔ نے اضافے کیے اور غالبؔ نے انتہا کو پہنچایا مگر کہ نازک خیالی کا استاد کہلایا مگر مومن شریکِ غالب ہیں۔ان کا کلام نازک خیالی اور بلند پروازی کے لیے شہرہ آفاق ہے۔حسن کی کاوش، ان کا معنی آفرینی میں انہماک، ان کے تخیل کی پرواز یہ سب چیزیں قابلِ تحسین ہیں۔مثلاً:

کہتے ہیں رنجش بھی ہے تو خاص تیری ذات سے
وہ عداوت بھی جتاتے ہیں محبت کی طرح(۱۷)

ہاتھ سے جاتا رہے گا دل ابھی
میرے دل سے ہاتھ اٹھا کر دیکھ لو(۱۸)

سنگِ غم فراق سے دل پہ لگے نہ چوٹ
آئینہ ٹوٹ جائے گا تیرے جمال کا(۱۹)

حسن رضا خاں کی غزل میں ندرت ادا اور جدت طرازی بدرجۂ اتم موجود ہے۔اس جدت طرازی میں جدت تخیل، جدت طرز ادا، جدت استعارات وتشبیہات، جدت محاکمات اور جدت الفاظ سب آجاتے ہیں۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ فطرتاً انفرادیت پسند تھے۔اپنی خاندانی عظمت اور داغ کی شاگردی کی برتری کا شدت سے احساس تھا۔یہ غالب، مومن، ناسخ اور داغ سے ہٹ کر تو کسی روش عام پر نہ چل سکے مگر ان استاد شعرا سے کسی طرح کم بھی نہیں ہیں۔ان تمام شعرا کا رنگِ شاعری حسن رضا کی غزل میں موجود ہے۔ ان کی شاعری میں زیادہ تر اچھوتے مضامین پائے جاتے ہیں اور معمولی مضامین بھی ایسے طریقے سے ادا کیے گئے ہیں جو سب سے نرالا انداز بن جاتا ہے پھر ایسی نزاکتیں بیان کی گئی ہیں جن سے اکثر بڑے شعرا کا کلام

خالی معلوم ہوتا ہے۔ یہ اپنی غزل میں غالب کی طرح ایک نیا گوشۂ فکر، نیا ذہن اور نیا شعور لاتے ہیں جو بالکل حقیقتوں پر مبنی ہوتا ہے۔ اس جدت طرازی کی بنا پر کبھی کبھی ان کے اشعار کا رشتۂ معنی تلاش کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جب غور و فکر کے بغیر ان کے اصل معنی سامنے آتے ہیں تو دل کو عجیب طرح کی سرخوشی حاصل ہوتی ہے۔

جدت تخیل، ندرت ادا کے عنوانات کے تحت رضا حسن خاں کے چند اشعار دیکھیے:

ہر دم خیال پردۂ رخسار یار ہے
ہر وقت ہیں نگاہ میں دو چار آفتاب(۲۰)

بزم میں بے پردہ ہے نورِ رُخِ جانانہ آج
شمع کی جانب نہ جائے گا کوئی پروانہ آج(۲۱)

اب وہ مرے جنازے پہ رونے کو آئے ہیں
آخر کریں بھی رفع ندامت کسی طرح(۲۲)

اور تو کوئی نہ تھا مرے جنازے پہ مگر
بے کسی روتی ہوئی تا سرِ تربت آئی(۲۳)

اپنے کوچے میں مری لاش پڑی رہنے دو
آج مدت میں مجھے چین کی نیند آئی ہے(۲۴)

فصاحت و بلاغت، حسن بیان اور زبان و بیان کی اہمیت سے شعر و ادب میں انکار ممکن نہیں۔ شاعر و ادیب اپنے جذبات و احساسات انھی کے سہارے ہم تک منتقل کرتا ہے۔ کسی شاعر کی زبان جتنی پُر لطف ہوگی اس کے اشعار اتنے مسحور کن ہوں گے کیوں کہ شاعر اپنے محسوسات اور تجربات کو زبان ہی کے ذریعے ہم تک پہنچاتا ہے۔ زبان ہی سے ترنم اور موسیقیت پیدا کی جاتی ہے۔ تشبیہات کی لطافت اور تراکیب کی دل کشی زبان ہی کی مرہون منت ہوتی ہے۔ انھوں نے شاعری میں جمالیاتی اظہار کے لیے جو زبان استعمال کی ہے اس میں بڑی جولانی ہے۔ وہ جذبات اور احساسات کے بیان کے لیے انتہائی موزوں اور مناسب الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ان کی زبان ان کے تخلیقی مزاج کی آئینہ دار ہے۔ وہ اپنے تجربات کی مناسبت ہی سے الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں۔ دیکھیے:

رحم آ ہی جائے گا ان کو دلِ بیمار پر
درد بڑھتے بڑھتے آخر کو دوا ہو جائے گا(۲۵)

درِ دشمن پہ لے جاتا ہے ہر روز
ستم کرتا ہے تیرا نقشِ پا کیا(۲۶)

چشمِ بد دور عجب آنکھ ہے ما شاء اللہ
سجدے جھک جھک کے غزالانِ حرم کرتے ہیں(۲۷)
ان کو ڈر ہے کہ نہ محشر میں ہو یہ دامن گیر
ذبح سے پہلے وہ ہاتھوں کو قلم کرتے ہیں(۲۸)

صنائع بدائع اور لفظی صنعت گری کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔انھوں نے لفظی صنعت گری کے باوجود شعر کے حسن اور تاثیر کو قائم رکھا ہے۔حسن رضا کی شاعری کا بڑا حصہ اس طرح کی لفظی بازی گری کا نمونہ ہے۔لیکن عظمت اس میں یہ ہے کہ انھوں نے لفظ کی اس صناعانہ بنیاد پر سچے جذبات اور واردات کے قصر تعمیر کیے ہیں۔ان کے کلام میں صنعت تواتر کا رنگ زیادہ نمایاں ہے۔ان کے ہاں صنعت تضاد کا استعمال بھی ملتا ہے۔الفاظ اور محاورات کے مناسب اور برمحل استعمال کی مہارت دکھائی دیتی ہے اس لیے انھوں نے بعض جگہ متضاد الفاظ سے مضامین پیدا کیے ہیں اور بعض جگہ تضادِ الفاظ سے رنگ بھرا ہے:

بے حجابی سے حشر برپا کر
منہ چھپانا ترا قیامت ہے(۲۹)
گل فسردہ، شمع سوزاں، مہر و مہ آوارہ گرد
اے دلوں میں رہنے والے تجھ سے اچھا کون ہے(۳۰)
خوب تعظیم میں کانٹوں نے لیے سر پہ قدم
جوشِ وحشت میں جو ہم جانبِ صحرا آئے(۳۱)

مناسب،موزوں الفاظ اور محاورات کے استعمال سے زبان میں حسنِ ذوق اور مٹھاس پیدا ہوتی ہے۔دراصل اُردو غزل میں ایہام گو شعرا نے اصلاحِ زبان کے سلسلے میں بہت کوشش کی جن میں شاہ حاتم کا نام سرفہرست ہے۔یہ سلسلہ میر و سودا سے گزرتا ہوا آتش و ناسخ تک آپہنچا تو ناسخ نے اصلاح زبان کا اس حد تک باکمال کام کیا کہ آج ناسخ شاعر سے زیادہ ایک زبان دان کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں۔اس سلسلے میں انھوں نے بہت سے الفاظ و محاورات میں مناسب تبدیلیاں کیں۔داغ اور اس کے شاگردوں کے زمانے تک بہترین محاورات اور صاف وشفاف زبان وجود میں آچکی تھی۔اس ضمن میں حسن رضا خاں کے دو شعر دیکھیے:

کیا کہوں دردِ جدائی کی مصیبت اے موت
تیرے آنے سے میری جان میں جان آئی ہے(۳۲)
وہ ہم سے کچھ کھنچنے لگے ہم ان سے کچھ رکنے لگے
غماز ظالم کر گئے کچھ اس طرف کچھ اس طرف(۳۳)

رعایات لفظی کا انداز بڑے بڑے اساتذہ کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ لفظی رعائت ایسی ہونی چاہیے جس سے شعر میں لطف پیدا ہو۔ ایسی رعایات کو اہل فن اور اہل زبان نے صنعت مراعات النظیر کہا ہے۔ اس انداز کو حسن نے بیشتر اشعار میں استعمال کر کے کمال کی دل کشی پیدا کی ہے۔ مثلاً:

سخت باتیں سُن کے دل کچھ چپکے چپکے کہہ گیا
پی گیا شیشہ ہمارا اس کے پتھر کا جواب(۳۴)
جینے نہ دے گی زلف کی الفت کسی طرح
ٹل جائے مرے سر سے یہ آفت کسی طرح (۳۵)

جس طرح میر کی شاعری کے رنگ محل میں تکرار حروف اور الفاظ کی مینا کاری بہت اہمیت رکھتی ہے، اس سے اشعار کی دل کشی اور دلآویزی میں اضافہ ہوا ہے اسی طرح رضا حسن خاں نے بھی تکرار الفاظ سے اشعار کو خوب صورتی کا جامہ پہنایا ہے مثلاً:

نہ سویا نہ سوئے گا پہلو میں کوئی
نہ جاگی جاگے گی قسمت کسی کی(۳۶)

رضا حسن خاں کے ہاں تیغ کو گلے لگانے کے مضامین بھی بڑے انوکھے اور لطیف انداز میں ملتے ہیں۔ اس انداز کے ان گنت اشعار ان کے دیوان میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً:

اچھا کرم کیا کہ ہمیں ذبح کر گئے
دم بھر میں شکل تیغ ملے اور جدا ہوئے(۳۷)

ان کی شاعری میں محبوب کے جلوے اور ان سے ہونے والی تباہی کا رنگ بھی ملتا ہے۔ وہ اپنے محبوب کے جلووں پر سارے زمانے کو فدا ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں تو کبھی بے حجابی سے حشر برپا کرنے کو کہتے ہیں۔ اُردو شاعری میں زاہد سے چھیڑ چھاڑ کے مضامین کی ایک روایت برقرار ہے۔ حسن رضا نے زاہد، واعظ، ناصح اور محتسب سے بھی بہت چھیڑ چھاڑ کی ہے مگر اخلاق یا حدِ ادب سے آگے بڑھتے ہوئے نظر نہیں آتے اور بات میں بھی متانت و سنجیدگی کا گہرا رنگ ہے:

جو مٹا دے خودی کو اے زاہد
ہم اسی کو شراب کہتے ہیں(۳۸)
تم اور بچی ہوئی کسی مے نوش کی پیو
بہکے ہوئے ہو شیخ ذرا ہوش کی پیو(۳۹)

چھوٹی زمینوں اور بحروں میں اچھی بات یا اچھے شعر نکالنا بہت دشوار ہوتا ہے۔جن اساتذہ نے چھوٹی زمینوں میں شعر نکالے ہیں وہ تیر ونشتر سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔حسن رضا خاں کے ہاں بھی چھوٹی زمینوں میں بہت غزلیں ملتی ہیں۔ان کی زبان سادہ، سہل اور رواں ہے۔

آہ پہلو سے وہی جاتے ہیں
جنھیں جانا نہیں دیکھا جاتا (۴۰)

ان کی ایک غزل کا بیت دیکھیے جوان کی زندگی میں بہت مشہور ہوئی:

حسن جب مقتل کی جانب تیغ براں لے چلا
عشق اپنے مجرموں کو پا بجولاں لے چلا (۴۱)

نظیر لدھیانوی لکھتے ہیں کہ ''یہ غزل عام گائی جاتی تھی۔چھوٹے چھوٹے بچے بھی اس غزل کا کوئی نہ کوئی شعر گلیوں میں گاتے پھرتے تھے۔چھ سات شعر ہی تھے۔یہ اشعار مجھے اب تک یاد ہیں لیکن یہ پتہ نہیں تھا کہ یہ غزل کس کی ہے۔بعد میں شاعروں نے اس غزل کی مقبولیت دیکھ کر اس زمین میں خود بھی غزلیں لکھیں جو مشہور نہیں ہوئیں ...... میں نے جناب احسان دانش سے ذکر کیا تو انھوں نے بھی یہی کہا کہ پچاس برس پہلے اس غزل کے اشعار سنے تھے لیکن یہ پتہ نہیں تھا کہ غزل کس کی ہے۔'' (۴۲)

شعری اصطلاحات کے حوالے سے ردیف بھی غزل کے حسن میں اضافہ کرتی ہے۔ان کی بے شمار غزلوں میں لمبی اور خوب صورت ردیفیں ملتی ہیں۔چند اشعار ملاحظہ ہوں:

اس رخ پہ گیسوئے رسا کچھ اس طرف کچھ اس طرف
ہے گرد مہ کالی گھٹا کچھ اس طرف کچھ اس طرف
وہ ہم سے کچھ کھنچنے لگے ہم ان سے کچھ رکنے لگے
غماز ظالم کہہ گیا کچھ اس طرف کچھ اس طرف
ہنگامہ حسن عشق کا ہم تم اگر کر دیں بپا
ہو جائے مخلوق خدا کچھ اس طرف کچھ اس طرف
سلطان خوباں آئے گا ہر راہ میں میلا لگا
کاسہ لیے لاکھوں گدا کچھ اس طرف کچھ اس طرف (۴۳)

داغ دبستان دہلی کا آخری نمائندہ تھا جس نے شاعری کو ایک نیا آب ورنگ عطا کیا۔مولانا حسن رضا خاں بریلوی، داغ کے چہیتے شاگرد تھے۔اپنے استاد کی طرح خیالات سے مالا مال اور زبان کے اعتبار سے بھی صاف اور شستہ ہے۔سلاست اور فصاحت ان کا معیار نقد ہے۔رضا خاں کی بے پناہ قوتِ اظہار ہے۔

زندگی اور عشق کی چمک دمک برقرار ہے ۔مومن اور داغ کی طرح ان کے ہاں نفسیاتی بصیرت کا اظہار بھی جگہ جگہ ملتا ہے ۔ان کی شاعری کے خمیر میں تخیل کا بانکپن ، جذبہ کی شدت ، زبان و بیان کا چٹخارا ، لب و لہجہ کا تیکھا پن ، عشق کی رنگینی اور رندانہ شوخی بھی ہے ۔داغ شاعری میں ندرت پن اور محاوراتی انداز کو پسند کرتے تھے وہی سارا رنگ حسن کی شاعری میں ہے بل کہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ حسن رضا خاں اپنے استاد کی رنگین فوٹو کاپی ہیں ۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی، شعرِ حسن ،لاہور، رضا پبلی کیشنز، جولائی ۱۹۷۸ء، ص:۳۹

(۲) حسن رضا خاں بریلوی، ثمر فصاحت ،لاہور، رضا پبلی کیشنز، نومبر ۲۰۱۱ء، ص:۲۴

(۳) ایضاً، ص:۱۳۹

(۴) لالہ سری رام، خمخانۂ جاوید (جلد دوم) مطبوعہ دہلی، ص:۵۱—۴۵۰

(۵) حسن رضا خاں بریلوی، ثمر فصاحت ،لاہور، رضا پبلی کیشنز، نومبر ۲۰۱۱ء، ص:۱۲۲

(۶) ایضاً، ص۱۹۸	(۷) ایضاً، ص۳۹۰	(۸) ایضاً، ص۱۱۱
(۹) ایضاً، ص۲۳۹	(۱۰) ایضاً، ص۳۷۸	(۱۱) ایضاً، ص۳۳
(۱۲) ایضاً، ص۲۶۶	(۱۳) ایضاً، ص۲۶	(۱۴) ایضاً، ص۹۲
(۱۵) ایضاً، ص۱۱۹	(۱۶) ایضاً، ص۱۸۸	(۱۷) ایضاً، ص۱۰۹
(۱۸) ایضاً، ص۲۲۴	(۱۹) ایضاً، ص۲۸	(۲۰) ایضاً، ص۸۹
(۲۱) ایضاً، ص۱۰۳	(۲۲) ایضاً، ص۱۰۷	(۲۳) ایضاً، ص۲۶۵
(۲۴) ایضاً، ص۳۵۱	(۲۵) ایضاً، ص۴۵	(۲۶) ایضاً، ص۳۳
(۲۷) ایضاً، ص۱۵۶	(۲۸) ایضاً، ص۱۵۶	(۲۹) ایضاً، ص۳۶۵
(۳۰) ایضاً، ص۲۹۰	(۳۱) ایضاً، ص۳۴۲	(۳۲) ایضاً، ص۳۵۲
(۳۳) ایضاً، ص۱۴۱	(۳۴) ایضاً، ص۸۵	(۳۵) ایضاً، ص۱۰۷
(۳۶) ایضاً، ص۳۸۳	(۳۷) ایضاً، ص۳۸۶	(۳۸) ایضاً، ص۴۲۶
(۳۹) ایضاً، ص۴۳۴	(۴۰) ایضاً، ص۵۷	(۴۱) ایضاً، ص۶۲

(۴۲) اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی، شعرِ حسن، ص:۱۲، ۱۳

(۴۳) ثمر فصاحت، ص:۱۴۲

✿ ✿ ✿